© rasailojaraid.com

مغرب پرستوں پر اقبال کی تنقید

ڈاکٹر میاں عبدالغنی فاروق

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے(۱)

علامہ اقبالؒ نے اس رائے کا اظہار مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے جو'' اقبالنامہ'' جلد اول میں موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ مرحوم ان لوگوں سے کتنی شدت سے بیزار و متنفر تھے جو نام ونسب کے مسلمان ہیں، مسلمان معاشرہ میں رہتے ہیں، مگر ان کے دل ودماغ یورپ کے معاشرہ کے نظریات و افکار کے اس بری طرح شکار ہیں کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں یورپ سے درآمد شدہ ہر نظریئے اور فکر کو دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں۔ وہ قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام سے بے بہرہ رہتے ہیں، اسلامی اقدار و اخلاق سے عاری ہوتے ہیں، مگر مغربی فلاسفر اور مصنفین کی تقلید میں، ان موضوعات کے بارے میں ان کا انداز گفتگو، انتہائی غیر سنجیدہ، مضحکہ خیز اور توہین آمیز ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے یہ طبقہ علامہ اقبال کی زندگی میں بھی خاصی بڑی تعداد میں تھا اور آج بھی نہ صرف پوری خصوصیات سمیت موجود ہے اور بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ با اثر ہے۔ اس لئے آزادی کے کم وبیش 45 سال گزر جانے کے بعد بھی اس طبقے پر اقبال کی تنقید میں روز اوّل کی سی تازگی نظر آتی ہے اور گہرائی بھی۔

اس امر سے کوئی کلام نہیں عالم اسلام آج ہمہ نوع زوال کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔ حتی کہ دور غلامی میں بھی یہ ایسی المناک اور گھمبیر صورتحال سے دوچار نہ تھا۔ سیاسی، تہذیبی، علمی، اخلاقی، روحانی مرض ہر اعتبار سے ملت اسلامیہ ناگفتہ بہ حالت سے دوچار ہے اور اگر جائزہ لیں تو اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ سامراجی طاقتوں سے آزادی کے بعد بدقسمتی سے مسلمان ملکوں پر وہ قابض ہو گیا جو مغرب کا پرستار تھا، بلکہ مغرب سے بڑھ کر مغرب کے وفادار تھا۔ اس بدبخت اور منحوس طبقہ نے جو فوج میں بھی تھا، بیوروکریسی میں بھی تھا اور سیاست کاروں میں بھی، عالم اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو حقیقی آزادی کا سانس لینے ہی نہیں دیا اور اسے ظلم و عدوان، قتل و غارت گیری اور بے دینی و اباحیت کی ایسی تاریکیوں میں جھونک دیا کہ آج ساری اسلامی دنیا اس کا بدترین خمیازہ بھگت رہی ہے۔ چنانچہ ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشا نے مصر میں جمال الدین ناصر نے، عراق میں صدام حسین نے، شام میں حافظ الاسد نے، تیونس میں حبیب بورقیبہ نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جو بہیمانہ طرز عمل اختیار کیا، کمیونسٹ ممالک کے سوا کسی بدترین اسلام دشمن طاقت نے بھی اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ ان ممالک میں علماء کی قوت کو ختم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی، اسلامی شریعت کو عملاً متروک قرار دیا گیا، متذکرہ حکمرانوں کے ادوار میں مسلم اکثریت کے ان ممالک میں عبادات تک کو مشکل بنا دیا گیا۔ عورتوں کو زبردستی بے پردہ کر دیا گیا، اسلامی لباس پر پابندیاں نافذ کر دی گئیں اور بنیادی انسانی حقوق سلب کر لئے گئے۔

یہاں پاکستان میں بھی آج ہم جس صورتحال سے دوچار ہیں اور ملک ہمہ گیر قسم کے جن بحرانوں میں مبتلا ہے۔ اس کا سبب بھی یہی مغرب پرست طبقہ ہے اور پاکستان کی ساری تاریخ اس پر شاہد و عادل ہے۔ اقبال ہی کے الفاظ ہیں

گلہ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے
جو میں بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

مغرب پرست طبقہ میں اپنے کردار اور رویے کے اعتبار سے ارذل ترین وہ لوگ تھے جو اشتراکیت کے ہمنوا اور سوویت روس کے زلہ خوار تھے۔ ان میں شاعر و ادیب بھی تھے اور صحافی و دانشور بھی۔ ان میں اساتذہ بھی تھے اور افسر و سیاستداں بھی ان لوگوں نے مارکس اور لینن کی ہفوات کو وحی و الہام کی طرح قبول کیا، اور اشتراکی روس کو جنت ارضی قرار دے کر اس کی ثنا خوانی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ انہوں نے شعر و افسانہ، نظم و نثر میں دینی تعلیمات اور اسلامی شعائر کو برملا طنز و استہزا کا نشانہ بنایا اور باقاعدہ مہم چلا کر اخلاقی اقدار اور پاکیزہ تہذیبی روایت کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ان کی تحریروں کے موضوعات، جنس، عورت، تشکیک و الحاد اور طبقاتی منافرت کے گرد گھومتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس طبقہ سے وابستہ شعراء وادباء اور دانشور امریکہ کو گالی دیتے ہیں مگر امریکہ ہی ان کا آئیڈیل ہے۔ان کی ذاتی زندگیاں امریکیت کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں علماء اور اسلامی نظام کے حامیوں کے خلاف یہ وہی زبان استعمال کرتے ہیں جو امریکی رسائل وجرائد اور ذرائع ابلاغ کا وطیرہ ہے۔ اور عبرت ناک منظر یہ ہے کہ سوویت یونین کے زوال کے بعد یہ لوگ باجماعت انداز میں امریکہ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے اور اس کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہیں، اس رویے کے افراد اسلامی نظام کے حامیوں کی کردارکشی کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے اور شعر وافسانہ اور صحافت میں یہ مستقل طور پر معاملات کو الجھانے اور طے شدہ امور میں ابہام پیدا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اس قماش کے لوگ اقبالؒ کی زندگی میں بھی موجود تھے۔اور آج بھی خاصی بڑی تعداد میں سرگرم عمل ہیں۔اسلئے ان پر اقبال کی تنقید ہنوز تازہ ہے۔دیکھئے کتنے دکھ، کرب اور بیزاری ونفرت سے وہ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں:

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل ان کا
ان کے اندیشہ تاریک میں قوموں کے مزار
موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں
زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار
چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار
ہند کے شاعر و صورت گر وافسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار (۲)

اقبال کے فرمودات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ مغربی تہذیب کے بے رحم نقاد تھے، مگر انہیں اصل شکایت اس کے اصل پیروکاروں اور علمبرداروں سے تھی جو آنکھیں بند کر کے روس اور یورپ کے نظریات واعمال کی تقلید کرتے اور ان کے اگلے ہوئے نوالے چبانے میں مصروف رہتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقلید پر یورپ کی رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے (۳)

چنانچہ اقبال کی زندگی میں میکالے کے نظام تعلیم نے مطلوبہ نتائج پیدا کرنے شروع کئے اور غلامی کی نفسیات کے عین مطابق مسلمان نوجوانوں نے احساس کمتری اور بے یقینی کے تحت اسلامی اقدار اور روایات سے بغاوت کر کے یورپی اور اشتراکی افکار و اعمال کو اختیار کرنا شروع کیا، تو اقبال تڑپ اٹھے فرمایا:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ (۴)

اور مسلمان نوجوانوں میں الحاد کی اس وبا پر اقبال ساری عمر ماتم کناں رہے اور مختلف طریقوں سے انہیں اس زہر ہلاہل سے بچا کر اسلام کے آب حیات کی طرف کھینچ کر لانے کی کوشش کرتے رہے۔ انہیں غیرت دلاتے ہوئے کہتے ہیں:

ترا وجود سراپا تجلی افرنگ
کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر
مگر یہ پیکر کی خالی خودی سے ہے خالی
فقط نیام ہے تو زر نگارو بے شمشیر (۵)

دوسرے بند میں نہایت کرب، دکھ اور غصہ کے ملے جذبات سے ان لوگوں پر تنقید فرماتے ہیں جو مغرب پرستی میں اندھے ہو کر خدا کے وجود تک کا انکار کر دیتے ہیں

تیری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود تیرا
وجود کیا ہے فقط جوہر خودی کی نمود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود تیرا (۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس طبقہ کو یورپ کی ہر چیز سے محبت ہے۔ اور دیار فرنگ سے آئی ہوئی ہر بات کو مستند سمجھ کر قبول کرتا ہے، مگر بدقسمتی سے اسلام اور اسلامی تاریخ سے اسے بغض وعداوت ہے۔

تجلی کی فراوانی سے فریاد خرد کی تنگ دامانی سے فریاد
گوارا ہے اسے نظارہ غیر نظر کی نامسلمانی سے فریاد(۷)

ایک اور جگہ کہا:

جان بھی گرد غیر، بدن بھی گرد غیر
افسوس کی بات نہ مکیں، نہ مکاں ہے(۸)

اور مغربی فلسفہ عمل کے کسی ایسے ہی اندھے مقلد نوجوانوں کی باتوں سے دل گرفتہ ہو کر اسے غیرت دلانے کی کوشش کرتے:

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا زناریٔ برگساں نہ ہوتا
ہیگل کا صدف گہر سے خالی ہے اس کا طلسم سب خیالی
شعلہ ہے تیرے جنوں کا بے سوز سن مجھ سے یہ نکتہ دل افروز
انجام خرد ہے بے حضوری ہے فلسفہ زندگی سے دوری
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت ہیں ذوق عمل کے واسطے موت(۹)

اقبال بڑے دکھ کے ساتھ یہ دیکھتے ہیں کہ مغرب پرستوں کا یہ ٹولہ مدح وتحسین میں تو رطب اللسان رہتا ہے، مگر یورپ کی خوبیوں کو قبول نہیں کرتا اور نہایت عاقبت نااندیشی اور حماقت سے محض وہاں کی خامیوں کو سینے سے لگاتا ہے۔ چنانچہ یورپ کی محنت وکاروباری دیانت، اولوالعزمی، قوم ووطن سے گہری محبت، علم وتحقیق وایجادات سے وابستگی اور عمل کی دھن ان میں دور دور تک کہیں نظر نہیں آتی، بلکہ اس کے برعکس مذہب وآخرت کی طرف غیر سنجیدگی، تفریح پسندی، مادہ پرستی، منفعت کشی اور بے باکی وبے حیائی ان کے مزاج کا حصہ بن گئے ہیں۔

''جاوید نامہ'' میں ابدالی کی زبان سے اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوت مغرب نہ از جنگ و رباب
نے زرقص دختران بے حجاب
نے ز سحر ساحران لالہ روست
نے ز عریاں ساق و نے از قطع موست
محکمی اورانہ از لا دینی است
نے فروغش از خط لاطینی است
قوت افرنگ از علم و فن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع وبرید جامہ نیست
مانع علم و ہنر عمامہ نیست
علم و فن را اے جوان شوخ و شنگ
مغزمی باید نہ ملبوس فرنگ
اندریں رہ جزنگہ مطلوب نیست
ایں کلہ یاں آں کہ مطلوب نیست
فکر چالا کی اگر داری بس است
طبع درا کی اگر داری بس است(۱۰)

یعنی: ''یورپ کی قوت، نغمہ و موسیقی اور بے حجاب لڑکیوں کی وجہ سے نہیں ہے نہ یہ قوت حسین و جمیل چہروں اور نہ انکی ظاہری ٹیپ ٹاپ کی وجہ سے ہے۔ انہیں جو حیثیت حاصل ہوئی ہے وہ لادینی نظام اور لاطینی رسم الخط کی وجہ سے بھی نہیں، بلکہ یورپ کی کامیابیوں کا اصل سبب ان کے علم و فن سے ہے جو ہم جبہ و عمامہ کے باوجود بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ علم و فن حاصل کرنے کیلئے ان جوان رعنا، مغز کی ضرورت ہے اس کے لئے مغربی لباس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں عقل و فراست اور دور اندیشی مطلوب ہے۔ مغربی وضع قطع اختیار کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ترقی اور عظمت حاصل کرنے کیلئے عمل ذہانت اور تیز نگاہی کی ضرورت ہے اور بس''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی نظم میں تھوڑی دیر بعد انہی کے خیالات کی مزید وضاحت یوں کرتے ہیں

بندہ افرنگ از ذوق نمود
می برد از غربیاں رقص و سرور
نقد جان خویش در بازدبہ لہو
علم دشوار است می سازو بہ لہو
از تن آسانی بگیرد سہل را
فطرت او در پزیرد سہل را(۱۱)

"یعنی یورپ کے ذہنی غلاموں نے اپنے چھچھورے پن اور سطحیت پسندی کی وجہ سے بے حد قیمتی چیز یعنی زندگی کو لہو ولعب کیلئے وقف کر دیا اور یہ اس لئے ہوا کہ علم کا حاصل کرنا مشکل کام تھا جو وہ اپنی کم ہمتی اور سہل پسندی کی وجہ سے اختیار نہ کر سکے"

یورپ کی محض ذہنی سطحی اور منفی خصوصیات اختیار کرنے والے نوجوانوں کی حالت پر مزید افسوس کا اظہار کرتے ہیں:

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالین ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زور حیدریؓ تجھ میں نہ استغنائے سلمانیؓ
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراج مسلمانی (۱۲)

وہ مسلمان نوجوانوں کیلئے یورپی تہذیب کی تقلید کو ننگ و عار اور بدترین قسم کی بے حمیتی قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو تجدید کے حق میں شور اٹھا رہے ہیں، دراصل یہ یورپین تہذیب کی تقلید کا بہانہ ہے اور یہ تقلید مسلمانوں کی خودی کو ناکارہ بنا دے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اسکا زمانہ
تقلید سے نا کارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ
اس قوم کو تقلید کا پیغام مبارک
ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ
لیکن مجھے ڈر ہے کہ آوازہ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ(۱۳)

شعار پڑھتے ہوئے بے اختیار خیال آیا کہ وہ باتیں تو اپنی نوعیت کے اعتبار سے واقعتاً الہامی ہیں۔ ایک شخص کہ جس کی ساری پہچان اور شہرت اقبال کی وجہ سے ہے۔ اجتہاد، اجتہاد کی تکرار کرتا ہوا نظر آتا ہے، وہ اپنے عمل و کردار کے حوالہ سے شاید ایسا اجتہاد چاہتا ہے، جس کی رو سے شراب نوشی، رقص و سرور، بے پردگی اور مکمل مغرب پرستی کا جواز ثابت ہو جائے۔ آہ! یہ ایام بھی ہم نے دیکھنے تھے

پاسباں مل گئے کعبے سے صنم خانے کو

اقبال کے نزدیک جو لوگ آنکھیں بند کر کے مغربی تہذیب کی تقلید کرتے ہیں اور اپنی تاریخ و تہذیب سے بیگانگی و اجنبیت کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ دراصل سخت جاہل اور کور نظر ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"مغربی کالجوں کے پڑھے ہوئے مسلمان نوجوان روحانی اعتبار سے کتنے فرومایہ ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ اسلامیات کیا ہے اور وطنیت کیا چیز ہے؟ وطنیت ان کے نزدیک لفظ وطن کا محض ایک مشتق ہے اور بس" (۱۴)

سفر مدراس میں ایک انٹرویو نگار سے کہا:

"ہمارے نوجوانوں کی باتیں کہ وہ مذہب کو بالائے طاق رکھ کر تمام تر توجہ سیاسیات پر دینی چاہیے یورپ کی غلامانہ تقلید کے سوا کچھ نہیں جس کی مادہ پرستی یورپ کی روحانیت اور دوسری اقوام کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مادیت کے لئے پیام موت ثابت ہو چکی ہے۔"(۱۵)

اقبال نے دوسرے متعدد مقامات پر بھی مغرب پرست طبقہ پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔

قادیانیت پر بات کرتے ہوئے پنڈت نہرو کے نام ایک تفصیلی خط میں مسلمانوں کی جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی دینی جہالت پر یوں افسوس کا اظہار کرتے ہیں:

"نام نہاد تعلیم یافتہ نوجوانوں نے ختم نبوت ﷺ کے تمدنی پہلو پر بھی کبھی غور نہیں کیا۔ مغربیت کے احوال نے انہیں حظ نفس کے جذبے سے عاری کر دیا ہے۔ لیکن عام مسلمان جوان کے نزدیک ملا زدہ ہے اس تحریک کے مقابلہ میں حظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔"(۱۶)

ایک اور مضمون میں مغرب زدہ تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں کی ذہنی غلامی اور روحانی تہی دامنی پر یوں صدمے کا اظہار کرتے ہیں:

"موجودہ نسل کا مسلمان نوجوان قومی سیرت کے اعتبار سے ایک بالکل ہی نئے اسلوب کا حامل ہے جس کی عقلی زندگی اسلامی تہذیب کے تقاضوں کے مطابق نہیں حالانکہ میری رائے میں وہ اس کے بغیر نیم مسلمان، بلکہ اس سے بھی کمتر ہے۔ اس کا دماغ مغربی خیالات کی جولان گاہ بنا ہوا ہے اور علیٰ روس الاشہاد کہتا ہوں کہ اپنی قومی روایات سے عاری ہو کر اور ہر وقت مغربی لٹریچر کے نشہ میں سرشار رہ کر اس نے اپنی ملی زندگی کو اسلامی مرکز ثقل سے بہت پرے ہٹا دیا ہے عقلی وادرا لکی اعتبار سے وہ مغربی دنیا کا غلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی روح خودی کہ اس عنصر سے خالی ہے جو اپنی تاریخ اور لٹریچر کے مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے۔(۱۷)"

انہی احساسات کو شعری زبان سے یوں بیان کرتے ہیں:

ہوا ہے بندہ مومن فسونیٔ افرنگ
اسی سبب سے قلندر کی آنکھ ہے نمناک(۱۸)

برا نہ مان ذرا آزما کر دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی خرد کی معموری(۱۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور(۲۰)

اور بے دینی، بے یقینی، تشکیک والحاد اور بے عملی و بے علمی نے جس قسم کے نوجوان پیدا کیے ان پر اقبال سراپا ماتم نظر آتے ہیں:

یہی زمانہ حاضر کی کائنات ہے
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک(۲۱)

نوجوانات تشنہ رو، خالی ایاغ
شستہ رو، تاریک جاں، روشن دماغ
کم نگاہ و بے یقین و نا امید
چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید
ناکساں منکر زخود مومن بغیر
خشت بند از خاک شاں معمار دیر(۲۲)

اقبال اس تلخ حقیقت سے بڑے پریشاں تھے کہ مغربی تقلید اور تعلیم نے خصوصاً مسلمان نوجوانوں سے ان کی ساری خوبیاں چھین کر انہیں عیش پسندی اور مادہ پرستی کی دلدل میں دھکیل دیا ہے وہ شاہینی صفات کھو بیٹھے ہیں اور کرگسی ہوسنا کی اور بدذوقی انہوں نے اختیار کر لی ہے:

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی(۲۳)

اور "ضرب کلیم" میں اس طبقہ کی ہمہ نوع بے مائیگی پر یوں کرب کا اظہار کرتے ہیں:

میں ہوں نومید تیرے ساقیاں سامری فن سے
کہ بزم خاوراں میں لے کر آئے ساتگیں خالی
نئی بجلی کہاں ان بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی(۲۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے مشہور خطبہ ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' میں انہوں نے دوٹوک انداز میں اس طبقہ کی مذمت کی ہے:

ایک قلیل الجماعت مسلمان، جو سینے میں ایک دردبھرا دل رکھتا ہے، میری رائے میں قوم کیلئے بمقابلہ اس بیش قرار تنخواہ پانے والے آزاد خیال گریجویٹ کے زیادہ سرمایہ نازش ہے، جس کی نظروں میں اسلام اصول زندگی نہیں ہے، بلکہ محض ایک آلہ جلب منفعت ہے، جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے سرکاری عہدے زیادہ تعداد میں حاصل کئے جاسکتے ہیں (۲۵)

اس کورنظر، کم حوصلہ، سطح بین اور جاہل ومفاد پرست طبقے میں عام مسلمان نوجوان ہی نہیں، بلکہ سیاست کار، حکمراں، ذمہ دار افسران اور اساتذہ سب شامل تھے اور اقبال سب سے متنفر و بیزار ہیں۔ چنانچہ خواجہ عبدالوحید اپنی ڈائری میں اقبال کے ملفوظات کے حوالہ سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں جو اقبال کے عمومی لہجہ کے حوالہ سے ہرگز مبالغہ آمیز نظر نہیں آتا۔

''میرا مدت العمر کا مطالعہ اور مشاہدہ مجھے یقین دلا چکا ہے کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمان بالکل بے کار ہیں۔ یہ مستحق التفات ہی نہیں، مزید فرمایا'' اگر میں قرون متوسط کا ڈکٹیٹر بن جاؤں تو اس گروہ کو ہلاک کردوں'' (۲۶)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ اقبال نامہ جلد اول، ص/ ۱۶۹

۲۔ ضرب کلیم، ص/ ۵۹۰

۳۔ ایضاً، ص/ ۶۱۳

۴۔ بانگ درا، ص/ ۵۲۰۳

۵۔ ضرب کلیم، ص/ ۴۹۵

۶۔ ایضاً، ص/ ۴۹۶

۷۔ ارمغان حجاز (اردو)، ص/ ۶۷۲

۸۔ ضرب کلیم، ص/ ۶۱۳

۹۔ ایضاً، ص/ ۴۸۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۰۔ جاوید نامہ، ص/ ۷۶۶
۱۱۔ ایضاً ص/ ۷۶۷
۱۲۔ بال جبریل، ص/ ۴۱۱
۱۳۔ ضرب کلیم، ص/ ۶۳۰
۱۴۔ اقبالیات ماجد، ص ۶۳
۱۵۔ انوار اقبال، ص/ ۴۲
۱۶۔ فیضان اقبال، ص/ ۴۳۸
۱۷۔ مقالات اقبال، ص/ ۱۳۲
۱۸۔ ضرب کلیم، ص/ ۶۰۱
۱۹۔ بال جبریل، ص/ ۳۳۵
۲۰۔ ضرب کلیم، ص/ ۵۳۱
۲۱۔ بال جبریل، ص/ ۳۵۹
۲۲۔ جاوید نامہ، ص/ ۷۹۰
۲۳۔ باب جبریل ص/ ۳۰۹
۲۴۔ ضرب کلیم، ص/ ۵۳۳
۲۵۔ مقالات اقبال، ص/ ۱۳۴
۲۶۔ اوراق گم گشتہ، ص/ ۲۹۷

قصیدہ بہاریہ

حجۃ الاسلام: مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینے کے مجھے مور و مار
اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روزے کے آس پاس نثار

© rasailojaraid.com